TAHREER
Journal of Languages & Literature
eISSN:3007-2085
pISSN:3007-2077
تحریر

Vol. 4 No. 1 (2026) **HEC** approved in the **Y** category.

The Presentation of the Lahore Resolution of March 23, 1940, in Urdu Literature

اردو ادب میں قرارداد لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کا ذکر

Nuzhat Bashir
Assistant Professor, Department of Urdu, Government Graduate College for Women, Toba Tek Singh
***Corresponding Email:** milkystars786@gmail.com
DOI: https://doi.org/10.65827/tahreer.v4i1.79

Abstract

This study explores the representation of the Lahore Resolution of March 23, 1940, in Urdu literature, examining how literary texts responded to and interpreted this historic political event. The Lahore Resolution not only marked a decisive moment in the political history of the Indian subcontinent but also significantly influenced the ideological, emotional, and creative consciousness of Urdu writers. Through poetry, essays, fiction, and critical writings, Urdu literature reflected the aspirations, anxieties, and collective identity of Muslims during the freedom movement. This paper analyses selected literary works to highlight how the Resolution was transformed from a political document into a powerful symbol of cultural self-awareness and national imagination. The study argues that Urdu literature played a vital role in articulating and disseminating the ideological foundations laid by the Lahore Resolution, thereby contributing to the formation of a distinct national and literary discourse.

Keywords:
Urdu Literature, Lahore Resolution 1940, Urdu Fiction, Ideology, National Consciousness

Received: 08-01-2026 **Accepted:** 14-03-2026 **Online:** 29-03-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0).
Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

برصغیر میں جب پہلا فرد مسلمان ہوا۔ تو وہ دراصل ایک قوم سے نکل کر دوسری قوم کا فرد بن گیا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علحدہ قومیت کا یہی تصور مطالبہ پاکستان اور قیام پاکستان کا محرک بنا۔ جسے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ایک قرارداد کی صورت میں پیش کیا گیا۔ اسے قرارداد لاہور کا نام دیا گیا۔ قرارداد لاہور چار سو الفاظ اور چار مختصر پیرا گراف پر مشتمل تھی۔ یہ

ایک حلف، عہد اور اقرار تھا جسے مسلم رہنماؤں نے ایک نظریاتی مملکت کی تشکیل کے لیے پیش کیا تھا۔ قرار داد لاہور کا پاس ہونا تھا کہ ہندو لیڈروں اور اخبارات نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ پرتاب، ملاپ اور دیگر ہندی اخبارات نے اگلے ہی روز قرار داد لاہور کو قرار داد پاکستان کا نام دے دیا۔ حالانکہ قرارداد میں کسی بھی جگہ لفظ "پاکستان" استعمال نہیں ہوا۔ ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء "روزنامہ انقلاب" نے یہ سرخی لگائی۔

"مسلم اکثریتوں کی آزاد حکومتیں قائم ہوں گی۔ ہندوستان کے آئندہ دستور کے اہم اسلامی اصول۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی تاریخی قرارداد"(۱)

لاہور ۲۳ مارچ آج آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ سیشن کے دوسرے کھلے اجلاس میں آنریبل مولوی فضل الحق وزیر اعظم بنگال نے حسب ذیل تاریخی قرار داد پیش کی۔ اس کی تائید میں ان کے علاوہ چودھری خلیق الزماں، مولانا ظفر علی خاں، سردار اورنگ زیب خاں اور حاجی سر عبد اللہ ہارون نے تقریریں کیں۔ کل بھی اس قرار داد پر بحث کا سلسلہ جاری رہے گا۔ امید ہے یہ قرار داد بالاتفاق منظور ہو گی۔ قرارداد کی عبارت اس طرح ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ سالانہ اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل اور مجلس عامہ کی اس کاروائی کی تحسین وتائید کرتے ہوئے جو ان کی قرار دار ہائے متعلقہ مسئلہ آئین مورقہ ۲۷ اگست، ۱۷۔۱۸ ستمبر، ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹ ء۔ ۳ ضروری ۱۹۴۰ء سے ظاہر ہے کہ وفاق کی جو سکیم قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء میں مندرج ہے وہ اس ملک کے خاص حالات میں قطعاً غیر موزوں اور ناقابل عمل ہے اور اسلامی ہندوستان کے نزدیک قطعی طور پر ناقابل قبول ہے اگر ہم اس پہلے پیرا گراف تک ہی دیکھیں تو اردو ادب میں اس آئینی ترمیم کا بہترین ذکر سعادت حسن منٹو کے افسانے "نیا قانون" میں ملتا ہے جسے انگریزی میں The New constitution کے نام سے ملتا ہے۔ منٹو کے ہاں جنسی بھوک، نفسیاتی الجھنوں، عزت نفس خوداری سیاسی سماجی مسائل جیسے موضوعات ملتے ہیں. اس نے معاشرے کے دوہرے معیار، ظاہر پرستی اخلاقی اور مذہبی قدروں کے تضادات اور مجموعی استحصالی رویہ کو پیش کیا ہے اور معاشرے کے مسلمات کی بنیادوں کو ہلا دیا ہے نیا قانون "پڑھے منٹو کی کہانیوں کا موضوع متوسط اور نچلا طبقہ ہے اسے امرا وخواص سے کم ہی دلچسپی ہے. نیا قانون کا مرکزی کردار ہماری مجلسی زندگی کا وہ کردار ہے۔ جو مستعار روشنی سے اپنی دانشوری، بصیرت اور سیاسی سوجھ بوجھ کی دھاک ہم مجلسوں پر جمائے ہوئے ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ اپنی طرز کا خود ساختہ دانشور ہے۔

گوروں سے نفرت کو بیان کرتے ہوئے وہ یہ سبب بتاتا ہے کہ

"وہ اس کے ہندوستان پر سکہ چلاتے ہیں اور طرح طرح کے ظلم ڈھاتے ہیں"(۲)

وہ یہ بھی کہتا ہے کہ

"آگ لینے آئے تھے اب گھر کے مالک بن گئے ہیں۔"(۳)

اس نے یہ تصور قائم کر لیا کہ کبھی نیا قانون آئے گا تو ان سے نجات حاصل ہو گی۔ چنانچہ جب وہ یہ سنتا ہے کہ

"جدید آئین کا نفاذ ہونے والا ہے۔ تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔"(۴)

منٹو مزید لکھتا ہے:

"سنا ہے کہ پہلی اپریل سے ہندوستان میں نیا قانون چلے گا۔ ہر چیز بدل جائے گی؟۔ ہر چیز تو نہیں بدلے گی مگر کہتے ہیں۔ کہ بہت کچھ بدل جائے گا اور ہندوستانیوں کو آزادی مل جائے گی۔"(۵)

منٹو نے یہاں یکم اپریل کے ذکر سے بے وقوف بنائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انڈیا ایکٹ آزادی و خود مختاری کا سراب ہے۔ یہ تھا قرارداد لاہور کے پہلے پیراگراف کا ذکر۔ دوسرا پیراگراف "دستور کی لازمی شرطیں"

یہ اجلاس مزید براں اپنے اس قطعی و حتمی خیال کا اظہار کرتا ہے۔ کہ وہ وائسرے کے حضور ملک معظم کی جانب سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو جو اعلان کیا کو وہ اس اعتبار سے اطمینان بخش ہے کہ جس حکمت عملی پر قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ مبنی ہے۔ اس پر ہندوستان کی مختلف جماعتوں کو اور مقاصد کے نمائندوں کے مشورے سے دوبارہ غور و خوص کیا جائے گا لیکن اسلامی ہندوستان اس وقت تک مطمئن نہ ہو گا۔ جب تک سارے دستوری خاکے پر از سر نو غور نہ کیا جائے اور کوئی ترمیم شدہ خاکہ مسلمانوں کے نزدیک قابل قبول نہ ہو گا۔ جب تک وہ ان کے استحسان اور منظوری سے واضع نہ کیا جائے گا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس کی یہ قطعی رائے کہ کوئی دستوری خاکہ اس ملک میں قابل عمل در آمد اور مسلمانوں کے نزدیک مستحق تسلیم نہ ہو گا جب تک وہ مندرجہ ذیل اصول اساسی پر واضع نہ کیا گیا ہو۔ جو اجزا جغرافیائی حیثیت سے متصل میں (ایسے علاقائی دروبست کے ساتھ ساتھ جو مسلمانوں کے نزدیک ضروری یا مطلوب ہوں۔ ایسے منطقوں میں الگ الگ کر دیئے جائیں جن کی ترتیب اس طرح ہو کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ مثلاً ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصے) ان کے آزاد سلطنتوں کی حیثیت سے گروپ بنا دیئے جائیں۔ جن کے اجزاء اپنی اپنی جگہ خود مختار اور بااقدار ہوں۔ اقلیتوں کی حفاظت ان وحدتوں اور منطقوں کی اقلیتوں کے لیے دستور میں ایسے کافی، موثر اور علمی تحفظات واضح طور پر مہیا کیے جائیں۔ جن سے ان کے دینی کلچر، اقتصادی سیاسی انتظامی اور دوسرے حقوق و مقاصد متعلقات محفوظ ہو جائیں۔

یہ اجلاس علاوہ بریں مجلس عالمہ کو اختیار دیتا ہے کہ ان اصول اساسی کے مطابق دستور کی ایک سکیم وضع کرے جس میں اس امر کی گنجائش رکھی جائے کہ بالآخر وہ منطقے دفاع، امور خارجہ، رسل و رسائل، عمل در آمد و برآمد اور دوسرے ضروری امور کے اختیارات پر بھی قابض ہو سکیں۔ یہ ہماری سیاسی ہی نہیں صحافتی ادب کا ایک اہم کارنامہ ہے جس نے اِسے محفوظ کر لیا اور آئندہ نسلوں تک حرف بہ حرف پر اثاثہ منتقل کیا، اس قرارداد میں نئے قانون کی بجائے اسلامی ہندوستان کی بات کی گئی ہے جس کے لیے شمال مشرقی اور مغربی حصے کو ملا کر مسلم اکثریت کی صورت میں یکجا کرنے کی بات ہے۔ دوسری اہم بات اقلیتوں کے مذہب اور حقوق کے تحفظ کی بات کی گئی۔ اردو ادب

میں لفظ قرار داد لاہور رہا قرار داد پاکستان کا استعمال کیے بغیر ہی ان مقاصد کا ذکر تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ شعری اور نثری اصناف میں مختلف انداز انھیں بیان کیا گیا ہے۔

افسانوی نثر کی ایک مثال میں نے آپ کے سامنے رکھی منٹو کا ہی ایک اور افسانہ دیکھیں "سہائے"

"یہ مت کہو کہ ایک لاکھ ہندو اور ایک لاکھ مسلمان مرے ہیں۔اور یہ اتنی بڑی ٹریجڈی نہیں کہ دو لاکھ انسان مرے ہیں۔ ٹریجڈی اصل میں یہ ہے کہ مارنے اور مرنے والے کسی بھی کھاتے میں نہیں گئے۔ ایک لاکھ ہندو مار کر مسلمانوں نے یہ سمجھا ہو گا کہ ہندو مذہب مر گیا۔ ہے لیکن وہ زندہ ہے: اسی طرح ایک لاکھ مسلمان قتل کر کے ہندوؤں نے بغلیں بجائی ہوں گی کہ اسلام ختم ہو گیا ہے۔ وہ لوگ بے وقوف ہیں جو سمجھتے ہیں کہ بندوق سے مذہب شکار کئے جا سکتے ہیں۔ مذہب، دین، ایمان، دھرم، یقین، عقیدت.. یہ جو کچھ بھی ہے ہمارے جسم میں نہیں، روح میں ہوتا ہے چھرے، چاقو اور گولی سے یہ کیسے فنا ہو سکتا ہے؟"(۶)

انتظار حسین کا افسانہ "آخری آدمی" قابل غور ہے جس میں احکامی قرآنی کا تفصیلی ذکر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہمارا ادیب اسلامی عقائد و روایات سے جڑا ہے اس کا مقصد اسلامی نظریاتی مملکت میں اسلامی اصولوں کو روشناس کرانا ہے۔ قصہ سورہ بقرہ کی ۶۴، ۶۵ آیت میں سورہ الاعراف کی آیت، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳ اور ۱۶۶ میں بیان کیا ہے سورہ بقرہ کی آیات کا ترجمہ ہے

"پھر تمھیں اپنی قوم کے ان لوگوں کا قصہ تو معلوم ہی ہے جنوں نے سبت کا قانون توڑا تھا۔ ہم نے انھیں کہہ دیا کہ بندر بن جاؤ اور اس حال میں رہو کہ ہر طرف سے تم پر دھتکار پڑے۔"(۷)

انتظار حسین نے اپنے اس افسانے کی بنیاد اسی قرآنی قصے کو بنایا ہے۔ اگلی قوموں پر عذاب نازل ہوئے، کہ وہ گم راہ ہو گئی تھیں انھوں نے احکام خداوندی کی صریح خلاف ورزی کی۔ حیلے کئے علی الاعلان مذاق اڑایا۔ اس لیے کہ انسان کو انسان بننا مشکل ہے۔ اس میں بہت محنت اور مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ صراط مستقیم پر چلنا مشکل ہے۔ یہ افسانہ بھی اس حلف اور عہد کی تائید کرتا ہے جو مسلم رہنماؤں نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم قوم سے کہا کہ دستور صرف اسلام ہو گا۔

انگریز نے آتے ہی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان میں نفرت کا بیج بو دیا جس کی شروعات اردو ہندی تنازعہ سے ہوئی۔ سر سید احمد خاں جو ہندو اور مسلم کو اپنی دو آنکھیں بتاتے تھے انھیں اپنی ایک آنکھ کی فکر ستانے لگی۔ سر سید تحریک کے روح رواں علی گڑھ کالج کے بانی کی کاوشیں تہذیب الاخلاق، خطبات احمدیہ اسباب بغاوت ہند، آثار الصنادید اور دیگر تحریروں کی صورت میں مسلمانوں منظم کر کے علم سے بہرہ ور کر رہی تھیں۔ جس کے ثمرات نے اردو ادب کو مقام عطا کیا۔ علی گڑھ تحریک نے اردو ادب کو نئی اصناف سے روشناس کرایا۔

حالی کی "مسدس حالی" شبلی کی "المامون، الفاروق، الغزالی اور سب سے بڑھ کر "سیرت النبی" ڈپٹی نذیر احمد کے اصلاحی ناول، آزاد کے انشائیے نے ادب کا دامن ذرخیز کیا۔ انگریزی تہذیب و تمدن اور سیاسی پالیسوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو ان کے مذہب کو مسخ

کرنے کی مذموم کوشیش کی۔ جس نے ہندو مسلم بھائی چارہ ختم کر کے بدلے کی آگ پیدا کی۔ اسی لیے اقبال جیسا شاعر جسے خاک وطن کا ہر ذرہ دیوتا دکھائی دیتا تھا۔ خط میں لکھتے ہیں:

> "میں خود بھی یہ رائے رکھتا تھا کہ اس ملک (ہند) میں مذہبی اختلافات کا خاتمہ ہونا چاہیئے اور اپنی زندگی میں بھی اسی اصول پر عمل پیرا ہوں لیکن اب میرا خیال یہ ہے کہ ہندو مسلم اقوام کے لیے اپنے اپنے جداگانہ قومی وجود کا تحفظ ہی مناسب ہے۔ ہندوستان میں متحدہ قومیت کا تصور ایک حسین نصب العین ضرور ہے اور اس میں شاعرانہ تخیل لیکن دونوں قوموں کے لیے بڑی کشش ہے، موجودہ حالات اور شعوری رجحانات کے پیش نظر یہ تصور ناممکن معلوم ہوتا ہے۔"(۸)

شاعر و ادیب کا کام بڑا ہی نازک ہوتا ہے وہ اپنے کندھے پر انسانی اقدار کو لے کر پل صراط پار کرتا ہے۔ اردو ادب کی خوش قسمتی رہی ہے کہ اس کے بیشتر شاعر و ادیب کامیابی سے اس پل صراط کو پار کر گئے۔ ہمارے افسانہ نگاروں نے ان حالات و واقعات کو اپنی کہانی کی زینت بنایا اس حوالے سے اردو افسانہ اور افسانہ نگار میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> "1930-40 کے درمیان برصغیر میں آزادی کے مطالبے نے زور پکڑا اور مسلم لیگ نے عوام الناس میں سیاسی بیداری پیدا حب الوطنی اور حریت پسندی کی بالکل نئی۔ فضا نے جنم لیا انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر غلامی اور بیرونی سامراج کے خلاف نفرت کے جذبات رونما ہوئے اور شدت کے ساتھ ادیب اور غیر ادیب نے اس کا اثر قبول کیا۔"(۹)

اس حوالے سے احمد علی، عزیز احمد، ممتاز مفتی، مرزا ادیب، سجاد ظہر، خواجہ احمد عباس، ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، غلام عباس، کرشن چندر اور احمد ندیم قاسمی کے نام خصوصا اہم ہیں۔ نسل نو تک پیغام پہنچانے اور اسلامی تاریخ کے نامور سپوتوں کو کرہ گمنامی سے نکالنے میں نسیم مجازی کا نام سرفہرست ہے محمد بن قاسم، یوسف بن تاشفین خصوصا قابل ذکر ہیں مستنفر حسین کا اندلس میں اجنبی، قدرت اللہ شہاب کا "شہاب نامہ" ممتاز مفتی کا لبیک نہ صرف اسلامی اقدار و روایات کو زندہ کر رہے ہیں بلکہ اسلامی نظریاتی مملکت کے اس عہد کی پاسداری بھی کر رہے ہیں۔

اگر ہم اردو شاعری کی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ تو یہ عشق کے بنیادی موضوعات کا احاطہ کرتی دکھائی دیتی ہے۔ 1857ء کے بعد اس کے موضوعات میں تبدیلی آگئی جس کی دو بنیادی وجوہات تھیں ایک سیاسی منظر نامہ دوسرا رومانوی اور ترقی ترقی پسند تحریک اکبر الہ آبادی نے مغربی تہذیب و تمدن پر گہری ضرب لگائی۔ اس کا مذاق اڑایا اس دور میں جس شاعر نے الفاظ کا معنی و مفہوم ہی تبدیل کر دیا نئے معنی و مفہوم سے آشنا کیا وہ تھے شاعر مشرق علامہ اقبال وہ شاعر بھی تھے مفکر و خلفی بھی۔ ان کی دور رس نگار مستقبل میں امت مسلمہ کی یک جہتی

اور کامیابی دیکھ رہی تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کو ان کا درخشندہ ماضی یاد دلایا اور نسل نو کو خودی سے آشنا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ انہیں شاہین اور مرد کامل بنانا چاہتے تھے۔ اور بڑا خوبصورت کلام:

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ
خودی سے تیغ فساں لا الہ الا اللہ
یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ(۱۰)

گو کہ اقبال کا وفات ۱۹۳۸ میں ہوا گئے لیکن وہ تصور پاکستان کے خالق ہیں۔ قائداعظم کے قریبی دوست تھے۔ جس مرد مومن کی اقبال نے بات کی اس کی ایک تعبیر محمد علی جناح بھی تھے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو جب قرارداد لاہور پیش کی گئی تو میاں بشیر احمد نے ایک ترانہ پیش کیا جس میں قائداعظم کے اوصاف بیان کیے اور کہا کہ اگر اقبال کے تصور ملت کا تجزیہ کیا جائے اور ملت کو جسم سمجھا جائے تو جناح اس کی روح ہے۔ مولانا ظفر علی خاں ادیب، شاعر، سیاست دان مدیر اور پر جوش مقرر تھے۔ شبلی کے بعد ظفر ہی وہ شاعر ہیں جنھوں نے ہر سیاسی واقعہ کو شاعری کا حصہ بنانے کی روایت کو آگے بڑھایا۔ انھیں اردو شاعری میں سیاسی جرات کی پہلی آواز کہنا چاہیے۔ "مستقبل کی جھلک" نظم میں لکھتے ہیں:

کوئی دن جاتا ہے پیدا ہوگی اک دنیا نئی
خون مسلم صرف تعمیر جہاں ہو جائے گا
بجلیاں غیرت کی تڑپیں گی فضائے قدس میں
حق عیاں ہو جائے گا، باطل نہاں ہو جائے گا(۱۱)

شاعری میں اس قرارداد کے حوالے سے وطن کی محبت کا اظہار چند مثالوں کی پیش کرتی ہوں کیف بنارسی کا خوبصورت ترانہ:

لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان
بن کے رہے گا پاکستان

اصغر سودائی کا خوبصورت ترانہ:

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

المختصر یہ کہ اُردو ادب میں قراردادِ مقاصد کا براہِ راست ذکر نہیں ملتا لیکن ایسے اشارے ضرور موجود ہیں جن میں دو قومی نظریے اور قیام پاکستان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور نثر ہو یا شاعری ہر دو جگہ ہمارے ادیبوں اور شاعروں نے پاکستان کی اہمیت اور قیامِ پاکستان کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

حوالہ جات

1. روزنامہ ”انقلاب“، غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک، ۲۳مارچ ۱۹۴۰ء، لاہور، جلد ۱۵، ص ٦
2. سعادت حسن منٹو: نیا قانون، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۵ء، ص ۸۳
3. ایضاً، ص ۸۳
4. ایضاً، ص ۸۴
5. ایضاً، ص ۸۴
6. سعادت حسن منٹو: سہائے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ص ۲۲۰
7. انتظار حسین: آخری آدمی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۵
8. علامہ اقبال، (مرتب شیخ عطااللہ)، اقبال نامہ بنام پنڈت جواہر لال نہرو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ص ۲۲۰
9. ڈاکٹر فرمان فتح پوری: اُردو افسانہ اور افسانہ نگاری، مکتبہ دہلی، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۵
10. علامہ اقبال: کلیاتِ اقبال اُردو، ضربِ کلیم، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۵۲۷
11. مولانا ظفر علی خان: مرتب تنویر احمد، دیوانِ ظفر علی خان، علی ہجویری پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء، ص ۷۸

Romanised References

1. Daily Inqilāb. (1940, March 23). Ghulām Rasūl Mehr & ʿAbd al-Majīd Sālik. Lahore, 15, 6.
2. Saʿādat Ḥasan Manṭo. (2005). Nayā Qānūn. Educational Publishing House, Delhi, p. 83.
3. Ibid., p. 83.
4. Ibid., p. 84.
5. Ibid., p. 84.
6. Saʿādat Ḥasan Manṭo. (n.d.). Sahāʾe. Educational Publishing House, Delhi, p. 220.
7. Intiẓār Ḥusain. (1987). Ākhrī Ādmī. Sang-e-Mīl Publications, Lahore, p. 15.
8. ʿAllāmah Iqbāl. (Shaykh ʿAṭāʾullāh, ed.). Iqbālnāmah banām Panḍit Jawāharlāl Nehrū. Muslim University, Aligarh, p. 220.
9. Dr. Farmān Fatḥpūrī. (2001). Urdū Afsānah aur Afsānah Nigārī. Maktabah Delhi, Delhi, p. 15.
10. ʿAllāmah Iqbāl. (1990). Kulliyāt-i Iqbāl Urdū: Zarb-i Kalīm. Iqbāl Academy Pakistan, Lahore, p. 527.
11. Mawlānā Ẓafar ʿAlī Khān. (T. Aḥmad, ed.). (1995). Dīvān-i Ẓafar ʿAlī Khān. ʿAlī Hujverī Publications, p. 78.